# اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ للآمر بالشراء میں عقدِ وکالت کی تطبیق: ایک جائزہ

# Implementation of Wakālah contract in Murābaha li al-Āamir be al-Shēraá in Islamic Banking: An analytical study.

محمد شعیب خان*

محمد ذیشان خان**

محمد ظریف خان***

## ABSTRACT

*The graph of development of Islamic Banking system is increasing day by day. It deals only those transaction which are not conflict with Shari'ah. Therefor the procedure of transaction of Islamic Banking is completely different from the conventional Banking system. Murābaha (Cost plus sale) or Murābaha li al-Āamir be al-Shēraá. (Cost plus sale for the purchase orderer) is a well-known financing mood. In this mood of financing, the Islamic bank bound to buy the required goods to the orderer and to sells him at higher price than the purchase price. Islamic Banks occasionally appoints an agent to buy the goods. Sometime the Islamic Banks appoints the purchase ordere himself as an agent. In this case, the contract of Murabaha and the contract of agency should not be related to each other.*

*When the purchase orderer buys the goods as an agent, he will inform the Bank of his purchase, and the possession of the agent will be considered as the possession of the Bank. In this way, both contracts Murābaha and Wakālah are not related to each other. After this, the Bank will offer to sell him (purchase orderer) the goods and then he will accept the offer.*

***Keywords:*** *Murābaha, Murābaha li al-Āamir be al-Shēraá,, Wakāla Contract, Islamic Bank*

### وکالت کے لغوی معنی:

وکالت عربی زبان کا لفظ ہے۔ یہ بابِ "توکیل" سے اسمِ مصدر ہے۔ اس کا مادہ "و ک ل" ہے۔ لغوی اعتبار سے اس کا اطلاق دو(۲) معانی پر ہوتا ہے:

(1) التفويض إلي الغير والإعتماد:(1)

یعنی کسی دوسرے شخص پر اعتماد کر کے اپنا کام سپرد کرنا۔

اسی معنی کے لئے قرآن مجید میں یہ مادہ استعمال ہوا ہے؛ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

*پی ایچ ڈی، علوم شریعہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد۔

**پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، یو ایس ٹی، بنوں

***پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علومِ اسلامیہ، گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان۔

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا﴾[2] أي "وفوّض إلى الله أمرك يا محمد، وثق به."[3]

ترجمہ: "اور خدا پر بھروسہ رکھنا اور خدا ہی کارساز کافی ہے۔یعنی اے محمد: اللہ تعالیٰ کو اپنا معاملہ سپرد کرو اور اُسی پر اعتماد کرو۔"

(2) الحفظ والقيام بالأمر:

یعنی حفاظت اور کسی کام کو سرانجام دینا، چنانچہ وکیل وہ شخص ہوتا ہے جس کو کوئی کام سپرد کرکے اپنا قائم مقام بنائے۔لسان العرب میں ہے:

"وكيل الرجل الذي يقوم بأمره لأن مؤكّله قد وكّل إليه القيام بأمره فهو موكولٌ بأمره."[4]

ترجمہ: "کسی آدمی کا وکیل وہ ہوتا ہے جو اُس کا سرانجام دیتا ہو، کیونکہ مؤکل نے اُن کو اپنے کام کی سرانجام دینے کے لئے وکیل بنایا ہے، چنانچہ اُس کو کان سپرد کیا ہوا ہاتا ہے۔"

قرآن مجید میں وکالت کا لفظ اس معنی میں بھی استعمال ہوا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ فَمَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِم بِوَكِيلٍ﴾[5] أي ما أنت عليهم بحفيظ.[6]

ترجمہ: "ہم نے تم پر کتاب لوگوں (کی ہدایت) کے لئے سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو جو شخص ہدایت پاتا ہے تو اپنے (بھلے) کے لئے اور جو گمراہ ہوتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور (اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔"یعنی آپ اُن کے محافظ نہیں ہیں۔

غور کیا جائے تو دونوں معانی کا ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعلق ہے کیونکہ کسی آدمی پر اعتماد کرکے کوئی کام سپرد کردینا "سبب" ہے اور پھر اس کی حفاظت اور انجام دہی "مسبّب" ہے۔"کشاف اصطلاحات الفنون" میں ہے:

الوكالة: بالكسر والفتح اسم من التوكيل بمعنى التفويض والاعتماد، وقد تطلق على الحفظ.[7]

**ترجمہ:** "وکالت (واو) کے زیر اور زبر کے ساتھ، توکیل (باب تفعیل) کا اسم ہے، یہ سپرد کرنے اور اعتماد کے معنی کے لئے آتا ہے، اور کبھی کبھی حفاظت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔"

**وکالت کے اصطلاحی معنی:**

وکالت ایک جائز عقد ہے۔ فقہاء نے اس کی تعریف اور متعلقہ مسائل کا اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ ذیل میں وکالت کی چند اصطلاحی تعریفات ذکر کی جاتی ہیں:

**احناف کے ہاں وکالت**

بأنھا: "إقامة الإنسان غیرہ مقامه في تصرف معلوم." [8]

ترجمہ: "کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو اپنے کسی معلوم تصرف (کام) میں اپنا قائم مقام بنائے۔"

لیکن اس تعریف پر یہ اعتراض وارد ہو سکتا ہے کہ یہ جامع نہیں ہے، چنانچہ امام زیلعیؒ (م: 743ھ) نے ان الفاظ کے ساتھ تعریف کی ہے:

"إقامة الإنسان مقام نفسه في التصرف الجائز المعلوم ممن یملکه." [9]

**ترجمہ:** "کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو کسی جائز اور معلوم تصرف (کام) میں اپنا قائم مقام بنائے، جس کا وہ خود مالک ہو۔"

اس تعریف کے ذریعے امام موصوف نے ماقبل تعریف پر ایک استدراک "**في التصرف الجائز**" کے ساتھ یہ کیا ہے، کہ صبی (لڑکا) جو ممیز (باشعور) ہو، وہ اپنے مال کے ہبہ پر کسی کو وکیل نہیں بنا سکتا کیونکہ وہ اپنے مال کو خود ہبہ نہیں کر سکتا لہٰذا کسی کو اس پر وکیل بھی نہیں بنا سکتا۔ [10]

دوسرا استدراک "**ممن یملکه**" کے ساتھ یہ کیا ہے کہ فضولی (تیسرا شخص) کی توکیل بھی جائز نہیں کیونکہ وہ اس تصرف کا مالک نہیں [11]۔ البتہ اگر مؤکل اجازت دے تو یہ تصرف نافذ ہو گا۔

**مالکیہ کے ہاں وکالت:**

مالکی فقہاء نے بھی قریب قریب اسی طرح تعریف کی ہے، چنانچہ امام قرافی مالکیؒ (م: 684ھ) وکالت کی تعریف اس طرح کرتے ہیں:

"نِیَابَةُ ذِي حَقٍّ غَیْرِ ذِي إِمْرَةٍ، وَلَا عِبَادَةٍ لِغَیْرِهِ فِیهِ غَیْرُ مَشْرُوطَةٍ بِمَوْتِهِ." [12]

ترجمہ: "کوئی (کسی تصرف کا) حق دار کسی اور آدمی کو کسی ایسے کام کے لئے اپنا نائب بنائے جو بطورِ امر (order) نہ ہو اور نہ وہ کام عبادات میں سے ہو اور مؤکل کی موت کے ساتھ بھی مشروط نہ ہو۔"

امام قرافی (م: 684ھ) کی تعریف میں دو قیود کا اضافہ ہے: ایک قید یہ ہے کہ وکالت صرف ان معاملات میں جائز ہے جن میں نیابت (قائم مقام بنانا) ہو سکتی ہو، چنانچہ نماز، روزہ اور وضوء میں وکالت جائز نہیں۔

دوسرا قید یہ ہے کہ مؤکل کی زندگی میں وہ تصرف ہو۔ اس کے ساتھ وصیت اور وکالت کے درمیان فرق بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ [13]

**شوافع کے ہاں وکالت کی تعریف:**

اکثر شافعی فقہاء نے وکالت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

"تفویضُ شخص أمرہ إلی آخر فیما یقبل النیابة لیفعله في حیاته." [14]

ترجمہ: "کوئی آدمی کسی دوسرے شخص کو اپنا کوئی ایسا کام سپرد کرے جس میں نیابت جائز ہو، تاکہ وہ اس کام کو اس کی زندگی میں سرانجام دے۔"

**حنابلہ کے ہاں وکالت:**

حنابلہ وکالت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"اِسْتِنَابَةُ جَائِزِ التَّصَرُّفِ مِثْلَهُ فِيمَا تَدْخُلُهُ النِّيَابَةُ."[15]

**ترجمہ:** "کسی ایسے جائز تصرف جس میں نیابت ہو سکتی ہو، میں اپنے کسی مثل کے قائم مقام بنانے کو وکالت کہتے ہیں۔"

**قانون میں وکالت:**

خلافتِ عثمانیہ میں رائج قانون مدنی (Civil law) میں وکالت کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

"اَلْوَكَالَةُ هِيَ تَفْوِيضُ أَحَدٍ فِي شُغْلٍ لِآخَرَ وَإِقَامَتُهُ مَقَامَهُ فِي ذَلِكَ الشُّغْلِ وَيُقَالُ لِذَلِكَ الشَّخْصِ مُوَكِّلٌ وَلِمَنْ أَقَامَهُ وَكِيلٌ وَلِذَلِكَ الْأَمْرِ مُوَكَّلٌ بِهِ."[16]

ترجمہ: "کسی دوسرے شخص کو کوئی کام سپرد کرنا اور اس کو اس کام میں اپنا قائم مقام بنانا وکالت ہے۔ اس (سپرد کنندہ) شخص کو مؤکل، قائم مقام شخص کو وکیل اور اس (سپرد کئے گئے) کام کو مؤکل بہ کہتے ہیں۔"

وکالت کی اصطلاحی تعریفات سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں:

- کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کو اپنا کام سپرد کرے۔
- سپرد کنندہ کو مؤکل کہتے ہیں اور جس کو کام سپرد کیا گیا ہے اُسے وکیل کہتے ہیں۔
- مؤکل جس کام کو سپرد کر رہا ہے وہ خود اس کام کا اہل ہو اور مالک ہو۔
- کام میں نیابت جائز ہو یعنی عبادات کے قبیل سے نہ ہو۔
- وہ کام شرعاً جائز ہو۔
- وہ کام معلوم ہو۔
- مالکیہ کی تعریف سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سپردگی بطورِ امر (order) نہ ہو۔

کام وکیل کی موت کے ساتھ مشروط نہ ہو۔

**قرآن کریم میں وکالت:**

(۱) آیتِ زکوٰۃ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ﴾[17]

ترجمہ: "صدقات (یعنی زکوٰۃ وخیرات) تو مفلسوں اور محتاجوں اور کارکنان صدقات کا حق ہے۔ اور ان لوگوں کا جن کی تالیف قلوب منظور ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں (کے قرض ادا کرنے) میں اور خدا کی راہ میں اور مسافروں (کی مدد) میں (بھی یہ مال خرچ کرنا چاہیئے یہ حقوق) خدا کی طرف سے مقرر کر دیئے گئے ہیں اور خدا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔"

**وجۂ استدلال:**

اس آیت میں لفظ **الْعَامِلِينَ** (اس کام پر جانے والوں کا) وکالت کے جواز پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ عاملین کو حاکم اور بادشاہ، وکیل بنا کر زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے بھیجتا ہے[18]۔ چنانچہ زکوٰۃ کی وصولیابی میں مستحقینِ زکوٰۃ کے لئے نائب مقرر کئے گئے ہیں اور وکالت کا یہی معنی ہے۔

**احادیث میں وکالت:**

عقدِ وکالت کا ثبوت جس طرح قرآن کریم سے ہوتا ہے اسی طرح احادیثِ رسول ﷺ سے بھی ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی قولی و فعلی حدیثیں وکالت کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اثار اور تعامل سے بھی وکالت ثابت ہوتی ہے۔ بطورِ نمونہ چند حدیثیں نقل کی جاتی ہیں:

(1) نبی کریم ﷺ زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے اپنے نمائندوں کو بھیجا کرتے تھے، چنانچہ:

- صحیحین میں سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ (م: 59ھ) سے روایت ہے:

* عن أبي هريرة، قال: بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم عمر على الصدقة.[19]

ترجمہ: "نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو صدقہ کے لئے بھیجا تھا۔"

- اور سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ (م: 60ھ) سے بھی اسی طرح کی ایک روایت ہے:

* « استعمل رسول الله صلى الله عليه وسلم رجلا من الأسد على صدقات بني سليم، يدعى ابن اللتبية فلما جاء حاسبه. »[20]

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ اسد کے ایک آدمی کو بنی سُلیم کی زکوٰۃ (اکٹھا کرنے) کے لئے عامل مقرر کیا تھا، جس کو ابن اللتبیۃ کہا جاتا تھا، جب واپس آیا تو اُن کا محاسبہ کیا۔"

**اجماع میں وکالت:**

شریعتِ اسلامی کے سارے احکام حکمت اور مصلحت پر مبنی ہیں۔ کسی ایسے حکم کو جاری نہیں کیا جس کا کوئی فائدہ اور مصلحت نہ ہو، اور نہ کسی ایسے حکم کو ممنوع قرار دیا ہے جس میں لوگوں کے لئے مصلحت ہو۔ خصوصاً معاملات کے میدان میں لوگوں کی مصلحتوں کا بہت زیادہ لحاظ کیا گیا ہے۔ عقدِ وکالت میں بھی لوگوں کی مصلحت اور فائدہ ہے کیونکہ ایک آدمی اپنے سارے اُمور از خود سرانجام دینے سے قاصر ہوتا ہے، اس وجہ سے عقدِ وکالت کو جائز قرار دیا گیا ہے۔

اُمتِ اسلامیہ کے سارے فقہاء کا بھی عقدِ وکالت کے جائز ہونے پر اجماع ہے، چنانچہ فقہ کی اکثر کتب میں یہ اجماع نقل کیا گیا ہے[21]۔

**بیع مرابحہ کا تعارف:**

مرابحہ کا لفظ "ربح" سے مأخوذ ہے۔ ربح کے لغوی معنی وہ زیادت ہے جو عقدِ بیع کی صورت میں حاصل ہو:

"الربح الزيادة الحاصلة في المبايعة."[22]

فقہاء کی اصطلاح میں بیع مرابحہ سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی قیمتِ خرید سے زیادہ قیمت کے ساتھ فروخت کرنا: "هو البيع بمثل الثمن الأول مع زيادة ربح."[23]

**ترجمہ:**"کسی چیز کو اس کی اصل قیمت اور اضافی نفع کے ساتھ فروخت کرنا۔"

ابن جزی الکلبی المالکی (م: 741ھ) نے اس کی صورت یہ بیان کی ہے:

"صاحب مال مشتری کو سامان کی قیمتِ خرید بتائے اور پھر اس سے ربح (منافع) اکھٹے طور پر لے، یعنی یہ سامان میں نے دس دینار کے ساتھ خریدا ہے آپ مجھے ایک دینار یا دو دینار نفع دیں۔ یا (نفع لینے میں) تفصیل بیان کرے، جیسے مجھے اس سامان کی قیمت کے ہر دینار پر ایک درہم نفع دیں، یا اس طرح کوئی اور تفصیل"[24]۔

بیع مرابحہ کا رواج قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے، اور فقہاء نے اس کو جائز قرار دیا ہے، چنانچہ علامہ کاسانی (م: 587ھ) لکھتے ہیں:

"النَّاسُ تَوَارَثُوا هٰذِهِ الْبِيَاعَاتِ فِي سَائِرِ الْأَعْصَارِ مِنْ غَيْرِ نَكِيرٍ وَذٰلِكَ إِجْمَاعٌ عَلَى جَوَازِهَا."[25]

**ترجمہ:**"لوگوں میں بیع کی یہ قسمیں (الْمُرَابَحَةِ وَالتَّوْلِيَةِ وَالْإِشْرَاكِ وَالْوَضِيعَةِ) تمام ادوار میں بغیر کسی ناگواری کے چلی آرہی ہیں، یہ ان کے جواز پر اجماع کی دلیل ہے۔"

**بیع مرابحہ کے جواز کے شرائط:**

(1) ثمنِ اوّل مشتری ثانی کو معلوم ہو[26]۔

(2) ربح (نفع) معلوم ہو[27]۔

(3) رأس المال مثلی، مکیلی، موزونی یا عددی ہو[28]۔

(4) بیع مرابحہ میں سود (ربا) کا لزوم نہ ہو۔ مثلاً: مکیلی یا موزونی شئی کو اپنی جنس کے ساتھ فروخت کرنا ہو تو اس میں ثمنِ اول پر زیادتی ناجائز ہے (کیونکہ یہ سود ہے جو حرام اور ناجائز ہے) اور ساتھ ہی نسیئۃ (اُدھار) بھی ناجائز ہے۔ البتہ جب مخالف جنس کے ساتھ فروخت کرنا ہو تو مرابحہ جائز ہے[29]۔

(5) بیع مرابحہ کے لئے عقدِ اوّل کا صحیح ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ ثمنِ اول پر زیادتی کے ساتھ فروخت کرنے کا نام ہے۔ جب عقدِ اول صحیح نہ ہو (یعنی فاسد ہو) تو اس میں ملکیت مبیع کی قیمت (مارکیٹ ریٹ) کے ساتھ ثابت ہوتی ہے[30]۔

**بیع مرابحہ میں رأس المال اور اخراجات کا حکم:**

رأس المال سے مراد سامان کی وہ قیمت ہے جس پر مشتری اوّل (بیع مرابحہ میں بائع) نے چیز خریدی ہے۔ اب بیع مرابحہ میں رأس المال کے ساتھ وہ سارے بلا واسطہ اخراجات (Direct Expenses) بھی شامل ہیں جو اس سامان کے حصول تک لازم اور واجب ہوتے ہیں۔ البتہ بالواسطہ اخراجات (Indirect Expenses) ان میں شامل نہیں ہوتے۔

براہِ راست اخراجات میں سامان کی پہلی مرتبہ خریداری سے لے کر گاہک کے قبضے میں آنے اور دوبارہ خریداری تک کے اخراجات شامل ہیں۔ جس میں نقل وحمل (Transportation)، حفاظت (Warehouse)، محاصل (Duties) اور انشورنس کے اخراجات شامل کئے جاسکتے ہیں۔ لیکن وہ اخراجات جو اس سامان پر براہِ راست نہیں آتے، جیسے ملازمین کی تنخواہیں، بجلی کے بل، عمارت کا کرایہ وغیرہ، انہیں سامان کی لاگت میں شامل نہیں کئے جاسکتے[31]۔ چونکہ مرابحہ میں خریدے گئے سامان کی قیمت مع لاگت بتلانا ضروری ہے، لیکن اس صورت میں بائع یہ نہیں کہے گا کہ اس کی قیمت یہ ہے بلکہ وہ کہے گا کہ مجھے یہ سامان اتنے

پیسے (اصل قیمت + اخراجات) پر پڑا ہے اور میں آپ کو اتنے ربح کے ساتھ فروخت کرتا ہوں[32]۔ لہذا اگر سامان کی لاگت معلوم نہ ہو تو اسے بطورِ مرابحہ آگے فروخت کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ اس کو "بیع مساومہ" کے ساتھ فروخت کرنا صحیح ہوگا۔

**اسلامی بینکوں میں مرابحہ طریقۂ تمویل:**

بیع مرابحہ بنیادی طور باضابطہ تمویلی طریقہ نہیں ہے بلکہ یہ "عقدِ امانت" ہے؛ کیونکہ اس میں بائع گویا یہ کہہ رہا ہوتا ہے کہ میں مشتری سے اتنی مقدار کا منافع کما رہا ہوں۔ البتہ بعض ضرورتوں کی وجہ سے مرابحہ بھی تمویلی طریقہ کے طور پر اختیار کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اسلامی بینکاری میں مرابحہ کی پریکٹس بطورِ تمویل جاری ہوگیا ہے، جسے "**المرابحۃ للآمر بالشراء**" کہتے ہیں۔

**المرابحۃ للآمر بالشراء کی تعریف:**

"هي طلب الفرد أو المشتري من شخص آخر (أو المصرف) أن يشتري سلعة معينة بمواصفات محددة، وذلك على أساس وعد منه بشراء تلك السلعة اللازمة له مرابحة، وذلك بالنسبة أو الربح المتفق عليه، ويدفع الثمن على دفعات أو أقساط تبعا لإمكانياته وقدرته المالية."[33]

ترجمہ: "مرابحہ یہ ہے کہ کوئی آدمی یا خریدار دوسرے آدمی (یا بینک) سے معیّن اور مخصوص صفات کے ساتھ موصوف سامان کا مطالبہ کرتا ہے، اس بنیاد پر کہ وہ (خریدار) وعدہ کرتا ہے کہ وہ یہ سامان بیع مرابحہ کے ساتھ اس (دوسرے آدمی یا بینک) سے خریدے گا، اور یہ (اصل قیمت کی) نسبت (کی زیادتی کے ساتھ) یا (دونوں کے مابین) طے شدہ منافع ہوگا، اور سامان کی قیمت قسطوں کے ساتھ اپنی مالی قدرت اور حیثیت کے مطابق ادا کرے گا۔"

مرابحہ کا یہ عقد مندرجہ ذیل مراحل سے گزر کر تکمیل کو پہنچتا ہے:

- گاہک یا خریدار اسلامی بینک یا مالیاتی ادارے کو اپنی رغبت ظاہر کرتا ہے کہ میں فلاں سامان مرابحہ کے ذریعے آپ کے واسطے سے خریدنا چاہتا ہوں۔ بینک یا ادارہ گاہک سے وعدہ لیتا ہے کہ اگر ہم نے مارکیٹ سے مطلوبہ سامان خرید لیا تو پھر بعد میں یہ آپ نے خریدنا ہوگا۔ اس وعدے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ بینک یا ادارہ وہ سامان خرید لے اور پھر گاہک اُسے خریدنے سے انکار کردے۔
- بینک یا ادارہ مطلوبہ سامان مارکیٹ سے خریدتا ہے۔ عموماً ادارہ اسی گاہک کو خریداری کے لئے اپنا وکیل بناتا ہے، چنانچہ گاہک بطورِ وکیل سامان کی خریداری کرتا ہے۔ اس کے لئے عام طور پر فریقین کے درمیان وکالت (Agency) کا تحریری معاہدہ کیا جاتا ہے۔
- گاہک مطلوبہ سامان خرید کر اس پر قبضہ کرتا ہے۔ وکیل کا یہ قبضہ بینک یا ادارے کا قبضہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر یہ سامان گاہک کی خریداری سے پہلے ہلاک ہوجائے تو یہ بینک یا ادارے کا نقصان ہوگا۔
- گاہک مطلوبہ سامان خریدنے کے بعد بینک کو اطلاع دیتا ہے کہ آپ کے وکیل کی حیثیت سے فلاں سامان خرید کر اس پر قبضہ کر چکا ہوں۔ اس کے بعد گاہک بینک کو آفر (Offer) کرتا ہے کہ وہ اُسے یہ سامان مرابحہ کی بنیاد پر فروخت کردے۔ فقہی اصطلاح میں اسے "ایجاب" کہتے ہیں۔

- بینک یا ادارہ اس ایجاب کو "قبول" کرتا ہے جس سے بینک اور گاہک کے مابین مرابحہ کا عقد تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ اب اس سامان کی ملکیت اور رسک دونوں گاہک کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

**وکالت کا شرعی و قانونی جائزہ:**

اسلامی بینک اور اس کے گاہک کے مابین "**المرابحة للآمر بالشراء**" کے معاملے میں عقدِ وکالت کی دو صورتیں ہیں:

**پہلی صورت** یہ ہے اسلامی بینک مطلوبہ سامان کی خریداری کے لئے اپنے اس گاہک کے علاوہ کسی دوسرے فرد یا ادارے کو اپنا وکیل بنائے۔ جب وکیل واقعی خریداری کرے اور سامان بینک کی ملکیت اور ضمان میں آجائے تو پھر اپنے گاہک کے ساتھ "**مرابحة**" کا معاملہ کرے۔ اس صورت میں کوئی قباحت نہیں جبکہ سامان بینک کی ملکیت اور قبضے میں آچکا ہو۔ کیونکہ غیر مملوکہ سامان کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"عن حکیم بن حزام قال قلت یا رسول اللہ الرجل یسألني البیع ولیس عندي أفأبیعه؟ قال: "لا تبع ما لیس عندک". [34]

ترجمہ: "سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: کہ ایک شخص مجھ سے کسی چیز کو خریدنا چاہتا ہے اور میرے پاس وہ نہیں ہوتی تو کیا میں ایسی چیز کو فروخت کر سکتا ہوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسی چیز نہ بیچو جو تیرے پاس موجود نہ ہو۔"

اسی طرح غیر مقبوض سامان فروخت کرنا بھی جائز نہیں ہے:

" عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِزَامٍ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَشْتَرِي بُيُوعًا، فَمَا يَحِلُّ لِي، وَمَا يَحْرُمُ عَلَيَّ؟ فَقَالَ لِي: « إِذَا بِعْتَ شَيْئًا فَلَا تَبِعْهُ حَتَّى تَقْبِضَهُ »" [35]

ترجمہ: "سیدنا حکیم بن حزام سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: میں سامان بیچتا ہوں تو میرے لئے کیا حلال ہے اور کیا اور کیا حرام ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تو کوئی چیز فروخت کرنا چاہے تو اُس پر قبضہ کرنے سے پہلے فروخت نہ کرے۔"

**دوسری صورت** یہ ہے کہ بینک یا ادارہ اپنے گاہک کو ہی اس سامان کی خریداری کے لئے اپنا وکیل بنائے جس کو بعد میں اس گاہک کو فروخت کرے گا۔

اس صورت میں بینک یا ادارہ سامان کو خود خرید لے یا اس گاہک کے علاوہ کسی اور فرد یا ادارے کو اس کا وکیل بنائے۔ لیکن اگر یہ ممکن نہ ہو اور بینک یا ادارہ مجبور ہو کہ اس گاہک کو ہی خریداری کے لئے وکیل بنائے تو جائز ہے۔ وکیل اس صورت میں اپنے لئے بیع کا مالک نہیں ہو گا، یعنی اپنے آپ کو وہ سامان فروخت نہیں کر سکتا کیونکہ: "الواحد لا یتولّي طرفي العقد." [36] بلکہ بینک یا ادارہ بعد میں اس کو فروخت کرے گا۔ چنانچہ معاییرِ شرعیہ کے دفعہ 3/1/3 میں مذکور ہے:

"الأصل أن تشتري المؤسسة السلعة بنفسها مباشرة من البائع، ویجوز لها تنفیذ ذلک عن طریق وکیل غیر الآمر بالشراء، ولا تلجأ لتوکیل العمیل (الآمر بالشراء) إلا عند الحاجة الملحة. ولا یتولّي الوکیل البیع لنفسه، بل تبیعه المؤسسة بعد تملکها العین." [37]

ترجمہ: "اصل یہ ہے کہ ادارہ بائع سے سامان بذاتِ خود خریدے گا، ادارے کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ اس کام کے لئے آمر بالشراء (گاہک) کے علاوہ کسی دوسرے کو وکیل بنائے، گاہک (الآمر بالشراء) کو شدید ضرورت کے بغیر اس کام کے لئے وکیل نہیں

بنا سکتا، اب (اگر گاہک کو وکیل بنایا گیا تو) وکیل اپنے لئے یہ سودا نہیں کرے گا، بلکہ جب بینک یا ادارہ سامان کو اپنی ملک میں لے لے، تو اس کے بعد ادارہ کو فروخت کرے گا۔"

جب گاہک وکیل کی حیثیت سے بینک کے لئے سامان خریدے تو جب تک بینک کا قبضہ ثابت نہ ہو (بینک کے لئے قبضہ وکیل بالقبض کی حیثیت سے یہی وکیل بھی کر سکتا ہے) یہ وکیل کے ہاں امانت ہے، لہذا اگر سامان وکیل کے ہاں از خود ہلاک (ضائع) ہو جائے اور اس کا اپنا فعل اس میں شامل نہ ہو تو اس کا کوئی ضمان وکیل پر نہیں ہوگا[38]۔

جب وکیل بینک سے یہی سامان خریدنا چاہے تو وہ بینک سے "ایجاب (Offer)" یعنی سامان کی خریداری کا مطالبہ کرے گا اگر بینک قبول (Accept) کرے تو گاہک اور بینک کے درمیان یہ ایک نیا عقد ہوگا یہ عقدِ مرابحہ ہے، جس کا سابق عقد سے کوئی تعلق نہیں یعنی وکالت کا عقد مرابحہ کے عقد سے مستقل ہونا ضروری ہے تاکہ دونوں عقدوں کے مابین ارتباط (Correlation) نہ ہونے پائے؛ کیونکہ سابق عقد میں گاہک وکیل کی حیثیت سے سامان خرید رہا تھا اور وکیل امین ہوتا ہے لہذا ضمان بینک کے ذمہ ہوگا۔ اب گاہک بینک سے اصیل کی حیثیت سے خرید رہا ہے، لہذا خریداری کے بعد ضمان بھی گاہک کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

مرابحہ کی صحت کے لئے یہ بنیادی شرط ہے کیونکہ اگر گاہک کو خریداری کے لئے وکیل بنانے سے لے کر عقدِ مرابحہ کے منعقد ہونے سے پہلے تک ضمان بینک کا نہ ہو تو "ربح مالم یضمن"[39] لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

« أن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نھی عن سلف وبیع، وشرطین في بیع، وربح مالم یضمن » .[40]

ترجمہ: "رسول اللہ ﷺ نے قرض اور بیع، ایک سودا میں دو شرائط اور ایسی چیز کا منافع جس کا ضمان نہ سے منع فرمایا ہے۔"

اسی طرح یہ تمویلِ ربوی (Interest Based Finance) ہے۔ لہذا گاہک کو وکیل بنانے اور عقدِ مرابحہ کے مرحلے کے مابین واضح فرق ہونا ضروری ہے تاکہ دو ضمانوں میں تداخل لازم نہ آئے۔ اسی نکتہ کی وضاحت معاییر شرعیہ میں کی گئی ہے:

"یجب الفصل بین الضمانین: ضمان المؤسسۃ، وضمان العمیل الوکیل عن المؤسسۃ في شراء السلعۃ لصالحھا، وذلک بتخلل المدّۃ بین تنفیذ الوکالۃ وإبرام عقدِ المرابحۃ للآمر بالشراء من خلال الإشعار من العمیل بتنفیذ الوکالۃ والشراء، ثم الإشعار من المؤسسۃ بالبیع."[41]

ترجمہ: "دونوں ضمانوں کے مابین فصل ضروری ہے یعنی مؤسسۃ کے ضمان اور گاہک کے ضمان کے مابین، جو مؤسسۃ کی جانب سے مؤسسۃ کے لئے سامان کے خریدنے کا وکیل ہے، اور ایک ایسی مدّت درمیان میں حائل ہونی چاہئے جس کے ذریعے وکالت کے نافذ کرنے اور عقدِ مرابحہ کے مابین فصل ہو سکے یعنی ایک نوٹس وکیل (گاہک) کی طرف سے جائے گا کہ میں نے وکالت نافذ کر دی ہے اور سامان خرید لیا ہے (اب میں حسبِ وعدہ آپ سے یہ سامان خریدنا چاہتا ہوں)، پھر ایک نوٹس مؤسسۃ کی طرف سے فروخت کرنے کا جاری ہوگا۔"

## خلاصۂ بحث

بیع مرابحہ در حقیقت ایک غیر تمویلی (Non-Financial) عقد ہے؛ کیونکہ یہ دراصل امانت کا عقد (Credit Contract) ہوتا ہے۔ لیکن موجودہ زمانے میں اسلامی بینکوں اور دوسرے اسلامی مالیاتی اداروں نے ضرورت کی بناء پر بیع مرابحہ شروع کیا ہے جس کو "مرابحۃ للآمر بالشراء" کہتے ہیں۔ اس میں بینک آمر (گاہک) کے لئے مطلوبہ سامان مہیا کرتا ہے، خواہ بینک از خود خرایداری کرے یا کسی کو وکیل بنائے۔ جب سامان بینک کے قبضہ میں آجائے اس کے بعد آمر بالشراء کے ساتھ مرابحہ کا عقد کرتا ہے۔ اگر

بینک انتہائی مجبوری کی حالت میں آمر ہی کو سامان کی خریداری کے لئے وکیل بنائے تو پہلے بحیثیتِ وکیل آمر بینک کے لئے سامان کی خریداری کرے گا۔ جب وکیل بینک کے لئے خریداری کرے تو سامان بینک کے ضمان میں داخل ہو جاتا ہے لہذا اگر وکیل کی تعدّی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو یہ نقصان بینک کا شمار ہو گا۔ وکیل خریداری کرنے کے بعد بینک کو خریداری اور قبضہ کا نوٹس کرے گا اور ساتھ ہی مرابحہ کے ذریعے خریدنے کا ایجاب (Offer) بھی کرے گا۔ بینک بھی ایک علیحدہ نوٹس کے ذریعے اس کو قبول (Accept) کرے گا، جب بینک قبول کرے، تو دونوں پارٹیوں کے مابین عقدِ مرابحہ اپنے تکمیل کو پہنچ گیا۔ مرابحہ کی تکمیل کے بعد سامان کا ضمان بینک سے منتقل ہو کر آمر بالشراء کے ذمے آجاتا ہے۔

## حواشی و حوالہ جات

---

(1) الفراهيدي، الخليل بن أحمد بن عمرو بن تميم، أبو عبد الرحمن، البصري (م:170ھ) **كتاب العين**، 5:403، دار ومكتبة الهلال، بدون تاريخ طبع. / الفارابي، إسماعيل بن حماد، أبو نصر، الجوهري (م: 393ھ) **الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية**، باب اللام فصل الواو، مادة: **وكل**، دار العلم للملايين، بيروت 1407ھ-1987ء. / ابن منظور الأفريقي، أبو الفضل، محمد بن مكرم، جمال الدين (م: 711ھ)، **لسان العرب**، باب اللام، فصل الواو، مادة: **"وكل"** حوالہ سابق۔ / المناوي، زين الدين محمد المدعو بعبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين، الحدادي، القاهري (م: 1031ھ)، **التوقيف على مهمات التعاريف**، باب الواو فصل الكاف فصل اللام مادة: **"وكل"**، عالم الكتب، القاهرة، 1410ھ-1990ء.

(2) الاحزاب 33:3

(3) الطبري، أبي جعفر، محمد بن جرير (م:310ھ)، **جامع البيان عن تاويل آي القران**، تحقيق: أحمد محمد شاكر، 20:204، مؤسسة الرسالة، بيروت 1420ھ.

(4) ابن منظور الأفريقي، أبو الفضل، محمد بن مكرم، جمال الدين (م: 711ھ)، **لسان العرب**، باب اللام، فصل الواو، مادة: **"وكل"** حوالہ سابق۔

(5) الزمر 39: 41

(6) الزجاج، إبراهيم بن السري بن سهل، أبو إسحاق (م: 311ھ)، **معاني القرآن وإعرابه**، تحقيق: عبد الجليل عبده شلبي، 4: 356، عالم الكتب، بيروت 1408ھ-1988م.

(7) التهانوي، محمد بن علي ابن القاضي محمد حامد بن محمّد صابر، الفاروقي، الحنفي (م: بعد 1157ھ)، **موسوعة كشاف اصطلاحات الفنون والعلوم**، نقل النص الفارسي إلى العربية: د. عبد الله الخالدي، 2:، مكتبة لبنان ناشرون، بيروت، 1996ء

(8) ابن امير الحاج، أبو عبد الله، شمس الدين، محمد بن محمد (م:879ھ)، **التقرير والتحبير**، 2: 29، دار الكتب العلمية، بيروت 1403ھ. / أمير بادشاه، محمد أمين بن محمود، البخاري، الحنفي (م:972ھ)، **تيسير التحرير**، 2: 44، دار الفكر، بيروت بدونِ تراىخ طبع. / البابرتي، أكمل الدين، محمد بن محمد بن محمود، أبو عبد الله، الرومي (م: 786ھ)، **العناية شرح الهداية**، 7: 499، دار الفكر، بيروت بدونِ تراىخ طبع. / عبد الرحمن بن محمد بن سليمان المدعو بشيخي زاده، يعرف بداماد أفندي (م:1078ھ)، **مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر**، 2: 221، دار إحياء التراث العربي، بيروت، بدون طبع وتاريخ۔

(9) الزيلعي، عثمان بن علي بن محجن البارعي، فخر الدين، الحنفي (م: 743ھ)، **تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق**، 4: 254، المطبعة الكبرى الأميرية - بولاق، القاهرة، 1313ھ.

(10) علي حيدر (م:1353ھ)، **درر الحكام شرح مجلة الأحكام**، 3: 493، دار الجيل، بيروت، 1411ھ-1991م.

(11) علي حيدر (م:1353ھ)، **درر الحكام شرح مجلة الأحكام**، 1: 403.

[12] القرافي، أبو العباس، شهاب الدين، أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن، المالكي (م:684ھ)، **الفروق = أنوار البروق في أنواء الفروق**، 4: 55، عالم الكتب، بيروت بدون تاريخ طبع.

[13] الحطاب، أبو عبد الله، محمد بن محمد بن عبد الرحمن، شمس الدين، المالكي (م:954ه)، **مواهب الجليل في شرح مختصر خليل**، 5: 181، دار الفكر، بيروت 1412ه.

[14] السنيكي، ابويحي، زكريا بن محمد زكريا، الأنصاري (م:926ه)، **أسنى المطالب في شرح روض الطالب**، 2:260، دار الكتب العلمية، بيروت، 2000م. / البكري الدمياطي، أبو بكر، عثمان بن محمد شطا، الشافعي (م:1310ھ)، **إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين**، 3: 100، دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، 1418ه. / أحمد سلامة القليوبي وأحمد البرلسي عميرة، **حاشيتا قليوبي وعميرة**، 2: 422، دار الفكر، بيروت 1415ه-1995م.

[15] البهوتي، منصور بن يونس بن صلاح الدين ابن حسن بن إدريس، الحنبلي (م: 1051ه)، **دقائق أولي النهى لشرح المنتهى المعروف بشرح منتهى الإرادات**، 2: 184، عالم الكتب، بيروت، 1414ه-1993م۔ / البهوتي، منصور بن يونس بن صلاح الدين ابن حسن بن إدريس، الحنبلي (م:1051ه)، **كشاف القناع عن متن الإقناع**، 3: 461، دار الكتب العلمية، بيروت بدون تاريخ طبع.

[16] **مجلة الأحكام العدلية**، لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية، 1: 280، مادة: 1449.

[17] التوبة 60:9

[18] القرطبي، أبو عبد الله، محمد بن أحمد بن أبي بكر، شمس الدين (م:671ه)، **الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي**، 8: 177، دار الكتب المصرية، القاهرة، 1384ه-1964م.

[19] یہ روایت امام بخاری (م:256ه) نے أبو اليمان، أخبرنا شعيب، حدثنا أبو الزناد، عن الأعرج، عن أبي هريرة رضي الله عنه کی سند سے كتاب الزكاة، باب: قول الله تعالى: وفي الرقاب والغارمين وفي سبيل الله (التوبة:60:9)، 2: 122، رقم الحديث:1468، کے تحت ذکر کی ہے۔ (البخاري، أبو عبد الله، محمد بن إسماعيل بن ابراهيم (م:256ه)، **صحيح البخاري**، دار طوق النجاة، بيروت، 1422ه.)۔ اور امام مسلم (م:261ه) نے بطریق زهير بن حرب، حدثنا علي بن حفص، حدثنا ورقاء، عن أبي الزناد، عن الأعرج، عن أبي هريرة کی سند سے كتاب الزكاة، باب: في تقديم الزكاة ومنعها، 2: 676، رقم الحديث: 983، کے تحت ذکر کی ہے اور الفاظ امام مسلم کے ہیں۔ (القشيري، أبو الحسن، مسلم بن الحجاج، النيسابوري، **صحيح مسلم**، دار إحياء التراث العربي، بيروت، بدون تاريخ.)

[20] یہ روایت امام بخاری نے يوسف بن موسى، حدثنا أبو أسامة، أخبرنا هشام بن عروة، عن أبيه، عن أبي حميد الساعدي رضي الله عنهم کی سند سے كتاب الأمارة، باب: تحريم هدايا العمال، 2:130، رقم الحديث: 1500 کے تحت ذکر کی ہے (صحیح بخاری، حوالہ سابق)۔ اور امام مسلم نے أبو بكر بن أبي شيبة وعمرو الناقد وابن أبي عمر (واللفظ لأبي بكر) قالوا حدثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن عروة عن أبي حميد الساعدي کی سند سے 3: 468، رقم الحديث: 1832 کے تحت ذکر کی ہے (صحیح مسلم، حوالہ سابق)۔

[21] ابن نجيم، زين الدين بن إبراهيم بن محمد، المصري (م:970ه)، **البحر الرائق شرح كنز الدقائق**، 7: 141، دار الكتاب الإسلامي، الطبعة: الثانية - بدون تاريخ۔ / السنيكي، أبو يحيى، زكريا بن محمد بن زكريا الأنصاري، زين الدين (م:926ه)، **أسنى المطالب في شرح روض الطالب**، 2: 260، دار الكتاب الإسلامي، بدون طبعة وبدون تاريخ / الحطاب، أبو عبد الله، محمد بن محمد بن عبد الرحمن، شمس الدين، المالكي (م:954ه)، **مواهب الجليل في شرح مختصر خليل**، 5: 181، دار الفكر، بيروت 1412ه. / الشرواني، عبد الحميد، العبادي، أحمد بن قاسم (م:992ه)، **حواشي الشرواني والعبادي على تحفة المحتاج في شرح المنهاج**، 5: 294، المكتبة التجارية الكبرى مصر، بدون تاريخ طبع.

[22] الأصفهاني، أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهاني (م:502ه)، **المفردات في غريب القرآن**، ص: 158، دار المعرفة، بيروت، س ن.

[23] الزحيلي، وهبة بن مصطفى، **الفقه الإسلامي وأدلته**، 5: 3765.

[24] ابن جزي الكلبي الغرناطي، أبو القاسم، محمد بن أحمد بن محمد بن عبد الله (م:741ھ)، **القوانين الاحكام الشرعية ومسائل الفروع الفقهية**، ص279، دار العلم للملايين، بيروت.

[25] الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، الحنفي (م:587ھ)، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، 5:220.

[26] ایضاً۔

[27] الزحيلي، وهبة بن مصطفى، **الفقه الإسلامي وأدلته**، 5:3768.

[28] ایضاً۔

[29] السرخسي، محمد بن أحمد بن أبي سهل، شمس الأئمة (م:483ھ)، **المبسوط**، 13:85.

[30] الزحيلي، وهبة بن مصطفى، **الفقه الإسلامي وأدلته**، 5:3770.

[31] صمدانی، اعجاز احمد، ڈاکٹر، **اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریق کار**، ص 31، 32، ادارہ اسلامیات، کراچی 1427ھ=2006ء۔

[32] الزحيلي، وهبة بن مصطفى، **الفقه الإسلامي وأدلته**، 5:3771.

[33] أميرة عبد اللطيف مشهور، الدكتورة، **الإستثمار في الاقتصاد الإسلامي**، ص334، مكتبة بدبولي، القاهرة 1991م.

[34] یہ حدیث امام ابن ماجہ (م:273ھ) نے محمد بن بشار قال: حدثنا محمد بن جعفر قال: حدثنا شعبة، عن أبي بشر، قال: سمعت يوسف بن ماهك، يحدث عن حكيم بن حزام کی سند سے باب النهي عن بيع ماليس عندك، وعن ربح مالم يضمن، رقم الحديث: 2187 کے تحت ذکر کی ہے۔ اور شیخ ناصر الدین البانی نے اسے صحیح قرار دی ہے۔ (القزويني، ابن ماجه أبو عبد الله، محمد بن يزيد (م:273ھ)، **سنن ابن ماجه**،، دار إحياء الكتب العربية، فيصل عيسى البابي الحلبي، القاهرة، س ن.)

[35] یہ حدیث امام نسائی اپنی سنن کبریٰ میں کی إسحاق بن منصور، عن النضر بن شميل، وعبد الصمد بن عبد الوارث، كلاهما عن هشام الدستوائي، عن يحيى بن أبي كثير، عن رجل، عن يوسف بن ماهك، وعن إسحاق بن منصور، عن عبيد الله بن موسى، عن شيبان، عن يحيى، عن يعلى بن حكيم، عن يوسف بن ماهك، عن عبد الله بن عصمة، عن حكيم بن حزام سند سے كتاب البيوع، باب. بيع ماليس عندك، 5 :180، رقم الحديث: 6163. کے تحت ذکر کرتے ہیں۔ (**السنن الكبرى للنسائي**، حوالہ سابق)

[36] ابن الهمام، كمال الدين، محمد بن عبد الواحد (م:861ھ)، **فتح القدير**، 8:71.

[37] المعايير الشرعية، المعيار الشرعي، **المرابحة للآمر بالشراء**، رقم (8) بند 3/1/3.

[38] الكاساني، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد، الحنفي (م:587ھ)، **بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع**، 6:34. / غياث الدين البغدادي، أبو محمد، غانم بن محمد الحنفي (م:1030ھ)، **مجمع الضمانات**، ص 251. / علي حيدر (م:1353ھ)، **درر الحكام شرح مجلة الأحكام**، 2:287. / ابن رشد الحفيد، أبو الوليد، محمد بن أحمد بن محمد بن أحمد بن رشد (م:595ھ)، **بداية المجتهد ونهاية المقتصد**، 4 :87. / الخطيب الشربيني، شمس الدين، محمد بن أحمد، الشافعي (م:977ھ)، **مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج**، 3:254. / ابن قدامة، أبو محمد، موفق الدين، عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة، الحنبلي (م:620ھ)، **المغني لابن قدامة**، 5:75.

[39] ربح مالم یضمن کا مطلب یہ کہ ایسا مال فروخت کرنا جس پر قبضہ نہ کیا گیا ہو، چنانچہ یہ بائع اول کے ضمان میں ہوتا ہے لہذا ایسا مال پہلے اپنے قبضے میں لانا ہوگا پھر آگے فروخت کرنا جائز ہے۔

[40] یہ حدیث امام نسائی نے إسماعيل بن مسعود، عن خالد، عن حسين، عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جدھکی سند سے كتاب البيوع، باب: سلف وبيع، وهو أن يبيع السلعة على أن يسلفه سلفا، 6:66، رقم الحديث: 6180 کے تحت روایت کی ہے۔ (**السنن الكبرى للنسائي**، حوالہ سابق)

[41] المعايير الشرعية، المعيار الشرعي، **المرابحة للآمر بالشراء**، رقم (8) بند 3/1/5.